

ڈاکٹر شہناز آرا

قیصر شمیم: شخصیت و فن

قیصر شمیم ادبی سرکل میں محتاج تعارف نہیں ہیں۔ انہیں نثر و نظم ہر دو اصناف ادب پر قدرت حاصل ہے۔ تمام اصناف میں ان کی فن کارانہ حیثیت تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ قیصر شمیم کی انہیں صفات نے میری توجہ مبذول کی اور میں نے ان کی ادبی شخصیت کی درجہ بندی کے لئے لکھنے کا فیصلہ کیا۔ ان کا آبائی وطن غازی پور (اترپردیش) ہے لیکن چونکہ تلاش معاش میں ان کے آباو اجداد مغربی بنگال منتقل ہو گئے۔ اور انگس نامی قصبہ کو اپنا وطن ثانی بنایا۔ یہی قصبہ قیصر شمیم کا مقام پیدائش ہے جہاں انہوں نے ۲/اپریل 1936ء کو آنکھیں کھولیں۔ ابھی بھی تین سال کی عمر تھی کہ ماں کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے۔ والد محترم نے بڑے ناز و نعم سے پالا۔ قیصر شمیم عہد طفولیت ہی سے سنجیدہ اور ذہین تھے۔ کھیل کود سے دلچسپی نہیں تھی۔ ابتدائی تعلیم نو سال کی عمر میں قرآن پاک شروع ہوئی، پھر انگریزی تعلیم کے لئے اسکول میں داخلہ لیا۔ تقسیم ملک اور فرقہ وارانہ فسادات ان کی تعلیم و تربیت کو متاثر کیا ہر چند کہ اقتصادی زبوں حالی تھی لیکن والد بزرگوار نے اپنے ہونہار بیٹے کو تعلیم سے آراستہ کرنا چاہا۔ چنانچہ تقسیم ہند کے بعد ان کی حالات قدرے قابو آئے تو انہوں نے قیصر شمیم کا داخلہ شیم نگر ہائی اسکول میں کرایا جہاں سے منتقل ہو کر ہگلی مدرسہ میں داخل ہوئے اور 1953ء میں میٹرک کے مساوی ہائی مدرسہ امتحان میں فرسٹ ڈویژن سے کامیاب ہوئے۔ سینٹرل کالج (موجودہ مولانا آزاد کالج) کلکتہ سے آئی۔ اے کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کر کے انگریزی آنرز میں داخلہ لیا لیکن نا مساعد حالات سے مجبور ہو کر فائنل امتحان دینے کے قبل مسلم ہائی اسکول ہوڑہ میں ملازمت کر لی اور دوران ملازمت انہوں نے کلکتہ یونیورسٹی سے پرائیویٹ طور پر بی۔ اے اور ایم۔ اے (اردو) کے امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ مسلم ہائی اسکول ہوڑہ کی ملازمت سے مستعفی ہو کر 1968ء میں سی۔ ایم۔ او ہائی اسکول کلکتہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دینے لگے جہاں سے اپریل 1996ء میں سبکدوش ہوئے۔ اس اثنا میں انکی علمی صلاحیت اور استعداد کے پیش نظر کلکتہ یونیورسٹی نے اپریل 1989ء میں گیسٹ لکچرار کی حیثیت سے ان کی تقرری کر لی۔

تعلیمی ایام ہی میں قیصر شمیم کی شادی پھوپھی زاد بہن نجم النساء بنت محمود حسن غازی پور سے ہوئی۔ محترمہ نے شادی کے بعد اسکول کی تعلیم مکمل کی اور شیب پور کے پرائمری گرلز اسکول میں درس و تدریس دے رہی ہیں۔ ان کے بطن سے ایک لڑکا عرفان الحیات ہے جن کا پیشہ تجارت ہے۔ قیصر شمیم نے مختلف مقامات پر تعلیم و تربیت پائی اور ادبی ذوق پروان چڑھا چنانچہ انگس کے صنعتی ماحول ہوڑہ کی معاشرتی زندگی اور کلکتہ کی مشینی صبح و شام پر روشنی

ڈالتے ہوئے ان مقامات کے علمی و ادبی تناظر کو پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح اس باب میں 1936ء سے لے کر اب تک کے ماحول، روز و شب اور زندگی کے نشیب و فراز پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مغربی بنگال کا خطہ علم و ادب کے لحاظ سے معتبر اور قدیمی ہے۔ یہ مردم خیز علاقہ ہے جہاں ارباب علم و دانش اور شعراء و ادباء نے دین و ادب کی خدمات انجام دی ہیں۔ ان کو کرایا گیا ہے جس سے اس علاقے کا علمی و ادبی پس قلم کاروں کے کارناموں کا تعارف بھی منظر اجاگر ہوتا ہے۔ اسی پس منظر میں قیصر شمیم کا ادبی ذوق پروان چڑھا ہے۔

وہ اسکول لائف ہی سے شعر کہنے لگے تھے۔ ابتداء میں انہوں نے علامہ محوی لکھنوی کے شاگرد شمس الہدیٰ شمس مظفر پوری سے اصلاح سخن لی لیکن جب کالج میں داخلہ لیا تو عباس علی خاں بیخود کلکتوی سے مشورہ سخن لینے لگے انہوں نے اپنی چند غزلیں پرویز شاہدی کو بھی دکھائی تھیں۔ لیکن یہ سلسلہ دیر تک قائم نہیں رہا وہ اپنے بزرگوں اور دوستوں کی صحبت و ہم نشینی سے فیض اٹھاتے رہے اور فن شاعری سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی۔ غزل گوئی اور نظم نگاری کے علاوہ گیت، قطعات اور دیگر اصناف شاعری میں اپنے افتاد طبع کا ثبوت دیا۔ شاعری کے علاوہ انہوں نے افسانے، تنقیدی مضامین، تبصرے، ترجمے اور نصابی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ استاد فن کی حیثیت سے ان کا حلقہ تلامذہ کافی وسیع ہے۔ اچھی خاصی تعداد میں نئی نسل کی آبیاری کی ہے۔ شعر و ادب کے علاوہ انہوں نے سماجی خدمات میں بھی نمایاں حصہ لیا ہے۔ ادبی اور سماجی انجمنوں کے سرپرست، صدر اور سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔ بزم آرائی کے ذریعہ بھی انہوں نے عوام اور ادیب کی خدمتیں کی ہیں۔ غزل، نظم، گیت اور دیگر اصناف سخن میں قیصر شمیم کی خدمات کا جداگانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ قیصر شمیم بنیادی طور پر غزل گو شاعر ہیں۔ لیکن انکی دیگر شعری خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ان کی شاعری پر کسی مخصوص یا تحریک کی مہر ثبت نہیں کی جاسکتی ہے۔ انہوں نے اپنے ذہن کے دریچے کھلے رکھے ہیں تا کہ تازہ ہوا آسکے۔ چنانچہ ان کی غزلوں میں بدلتے موسموں کی تازگی ملتی ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے ان کے یہاں سلاست روانی اور سہل ممتنع کے عمدہ نمونے ہیں۔ ان کی غزلوں میں روح عصر کی جلوہ گری، خلوص کی آنچ، فن کی رعنائی، تجربے کی شدت اور احساسات و جذبات کی کار فرمائی واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ انہوں نے آب بیتی کو اپنے منفرد اظہار و اسلوب کے ذریعہ ایسا شعری منظر نامہ دیا ہے جس میں جگ بیتی کی پرچھائیاں نظر آتی ہیں۔ چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

کمان ساتھ ہے میرے نہ تیرے میرے ساتھ
مگر ہے سلسلہ داروگیر میرے ساتھ

اگر چہ بھرتی رہی ریت میری مٹھی میں
میں سیپ سیپ سے موتی نکالتا ہی رہا

اتار لینا ہمیں بھی تم اپنے شیشے میں
ہمارے ہاتھوں کے پتھر تو چھین لو پہلے

یہ آگ اگلتے ہوئے لمحے کیا جانے کیا کر

جائیں

ممکن ہے نہ پائیں کچھ بھی جب
لوٹ کے ہم گھر جائیں

قیصر شمیم کی غزل جس کا مطلع ۷

موسم تو بدلتے ہیں لیکن کیا گرم ہوا کیا سرد

ہوا

اے دوست ہمارے آنگن میں رہتی ہے

ہمیشہ سرد ہوا

غزل مسلسل کی حیثیت رکھتی ہے یہ پوری غزل اداسی، بیچارگی اور تنہائی کی فضا میں ڈوبی ہوئی ہے اور علامتی نوعیت کی متحمل ہے۔ یہاں جنگل، گرد، زرد، سرد، جیسے الفاظ علامت کے طور پر مستعمل ہیں۔

قیصر شمیم کی نظمیں شاعری بھی جاذب نظر ہے۔ انہوں نے مختلف ہیئت میں نظمیں لکھی ہیں۔ ان کی نظمیں شاعری میں ہمارے عہد کی حیات و معاشرت اثر انگیز ہے۔ ان کی نظمیں انفکشن، آج کا انسان، تلاش، تہذیب کا زندانی، بے وجودی وغیرہ اہم تخلیقات ہیں۔ انہوں نے علامتی نظمیں بھی لکھی ہیں جن میں سنگ نا تراشیدہ بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ نظم "آدمی اور آئینہ" محض تین مصرعوں پر مشتمل ہے جو ان کی فن کارانہ ہنر مندی پر دل ہے۔ آج کی رات، ٹوٹے سپنے، ایمان وغیرہ خوبصورت تخلیقات ہیں۔ قیصر شمیم نے شخصی نظمیں بھی لکھی ہیں جن میں قاضی نذر الاسلام، قلم کا سپاہی قابل ذکر ہیں۔ فکر و فن ہر دو اعتبار سے قیصر شمیم کی نظمیں شاعری کا میاب ہے۔ اور وہ نظم نگار کی حیثیت سے بھی اردو شاعری میں منفرد مقام رکھتی ہے۔ قیصر شمیم گیت کار کی حیثیت سے بھی اپنی پہچان رکھتے ہیں۔ ان کے گیتوں میں بھی ان کا عہد عکس ریز ہے۔ ان کے یہاں گیت محض عشق و محبت کا نغمہ نہیں بلکہ جمالیاتی تجربوں کے ساتھ ابدی مسرت کی تلاش بھی ملتی ہیں۔ ان کے گیت چرواہے، ہائے یہ آگ بجھائے کون، ایسی تخلیقات ہیں جن میں حقیقی تجربے، سماجی حالات اور امکانات روشن ہیں۔ ان کے گیتوں میں نغمگی اور جمالیاتی احساس شدت کے ساتھ ہے۔ گیت کے علاوہ قیصر شمیم نے قطعات، شخصی مرثیے اور تہنیتی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ لیکن ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں پھر بھی ان کی شاعری کی تمام اصناف شاعری کے نمونے قیصر شمیم کے فکری اور کامیاب شاعر ہونے کا مہر و وثیق ثابت کرتی ہیں۔

انہوں نے چند افسانے لکھ کر اس رجحان کو ختم کر دیا اور اپنے نظریات و خیالات اور احساسات و جذبات اور تجربات و مشاہدات کے اظہار کا وسیلہ شاعری کو بنایا لیکن قیصر شمیم کے چند ہی افسانے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان میں قصہ گڑھنے کی صلاحیت تھی۔ انہوں نے اپنی کہانیوں کے تار و پود اپنے ارد گرد بکھرے ہوئے چھوٹے بڑے واقعات سے بنتے ہیں۔ یہ افسانے بھی عہد، ماحول اور زندگی کے مسائل کی ترجمانی کرتے تھے۔ تنقیدی کارنامے کتابوں کے مقدمے اور مجموعوں پر تبصرے کے علاوہ مضامین کے روپ میں ملتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں قیصر شمیم کی تخلیقی بصیرت کے بغیر کارگر نہیں ہوتی۔ ادبیات عالم کی تاریخ شاہد ہیں کہ ایک کامیاب تخلیق کار ایک کامیاب ناقد بھی ہوتا ہے۔ قیصر شمیم بنیادی طور پر تخلیق کار ہیں اور ان

کے یہاں تخلیقی قوت کے دو دوش بدوش تنقیدی شعور بھی کار فرما ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تخلیقی ادب پارے کامیاب ہیں۔ قیصر شمیم اپنے تنقیدی شعور سے دوسرے فن کاروں کے ادب پاروں کا جائزہ لیتے اور اس جائزے میں لہجے کی نرم روی کو راہ دیتے ہیں۔ فن کار سے ہمدردانہ رویہ کے باوجود اظہار حق میں کوتاہی نہیں برتتے، چنانچہ فن پارے کے محاسن و خصوصی طور پر لحاظ رکھتے معائب کو یکساں طور پر پیش کرتے ہیں اور اعتدال و توازن کا ہیں۔ فن پارے کے تجزیاتی مطالعہ کے بعد ہی ان کی قدر و منزلت متعین کرتے ہیں۔ قیصر شمیم نے کسی ستائش کی تمنا صلح کی پرواہ کئے بغیر اپنا ادبی سفر جاری رکھا۔

Dr.Shahnaj Ara.

Guest Teacher. Department of Urdu.

DR.L.K.V.D.College, Tajpur, Samastipur